ابو بنتین محمد فراز عطاری مدنی عفی عنہ

03212094919

تمہید

الحمد للہ پچھلی تحریر **"نبی ہمارے بڑی شان والے"** کو کافی پسند کیا گیا، اب اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اگلے رسالے

"شُمُوْلُ الاِسْلاَمِ لِاُصُوْلِ الرَّسُوْلِ الکِرَامِ"

(رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء و اجداد کرام کا مسلمان ہونا) کی تلخیص کا ارادہ کیا ہے، تاکہ اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اس موضوع پر تحریر کو خصوصا عوام تک پہنچایا جاسکے۔

تعارف

اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین آدم علیہ السلام تک مومن تھے یا نہیں، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پورا رسالہ تحریر فرما دیا اور قرآن و حدیث سے دلیل پکڑتے ہوئے ثابت کیا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین مومن تھے۔

پہلی دلیل

اللہ پاک فرماتا ہے:

وَ لَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ

اور بیشک مسلمان غلام مشرک سے اچھا ہے

(سورۃ البقرہ، آیت 221)

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

عن أبي هريرة: بُعِثْتُ مِن خَيْرِ قُرُونِ بَنِي آدَمَ، قَرْنًا فَقَرْنًا، حتّى كُنْتُ مِنَ القَرْنِ الذي كُنْتُ فِيهِ.

میں اولاد آدم کے تمام طبقوں میں سے بہترین گروہ میں بھیجا گیا یہاں تک کہ میں اس گروہ سے ظاہر ہوا جس میں سے میں پہلے سے تھا۔

(البخاري، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح میں ہے

قال علي بن ابي طالب لَمْ يَزَلْ عَلٰى وَجْهِ الدَهْرِ (الارض) سَبْعَةٌ مُسْلِمُوْنَ فَصَاعِداً فَلَوْلاَ ذٰلِكَ هَلَكَتِ الاَرْضُ وَ مَنْ عَلَيْهَا۔

زمین پر ہر زمانے میں کم سے کم سات مسلمان ضرور رہے ہیں، ایسا نہ ہو تا تو زمین اور زمین میں رہنے والے سب ہلاک ہو جاتے۔

(مصنف عبد الرزاق)

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے

عن ابنِ عبّاسٍ قال ما خلَتِ الأرضُ من بعدِ نوحٍ من سبعةٍ یدفَعُ اللہ بِهِمُ عن أهلِ الأرضِ

نوح علیہ السلام کے بعد زمین کبھی بھی سات ایسے بندوں سے خالی نہیں ہوئی جن کی وجہ سے اللہ پاک زمین والوں سے عذاب دور فرماتا ہے۔

(الحاوی للفتاوی / شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ)

جب صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ ہر زمانے میں زمین پر کم از کم سات مسلمان جو رب کی بارگاہ میں مقبول ہوں ضرور رہے ہیں، اور خود بخاری شریف کی حدیث سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جن سے پیدا ہوئے وہ لوگ ہر زمانے میں زمانے کے بہترین لوگوں میں سے تھے، اور قرآن کی آیت بیان کر رہی ہے کہ کوئی کافر اگرچہ کیسا ہی شریف القوم اور اونچے نسب والا ہو، کسی غلام مسلمان سے بھی بہتر نہیں ہو سکتا تو لازم ہوا کہ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین ہر زمانے میں انہیں مقبول بندوں میں سے ہوں ورنہ معاذ اللہ آیت و حدیث کے مخالف ہو جائے گا۔

میں کہتا ہوں کہ مراد یہ ہے کہ کافر شرعی طور پر اس بات کا مستحق نہیں کہ اس کو زمانے کا بہترین شخص کہا جا سکے بالخصوص جب نیک مسلمان موجود ہوں اگرچہ بہتر ہونا نسب ہی کے لحاظ سے کیوں نہ ہو۔

دوسری دلیل

اللہ پاک نے فرمایا:

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ

مشرک بالکل ناپاک ہیں

(سورۃ التوبۃ، آیت 28)

حدیث پاک میں ہے

لَمْ یَزَلِ اللهُ عزَّ وجلَّ ینقلني من أصلاب الطیبة إلی أرحام الطاهرة مصفي مُهذَّبًا لا تنشعب شعبتانِ إلا كنتُ في خیرِهما

اللہ پاک مجھے ہمیشہ پاک پشتوں سے پاکیزہ پیٹوں کی طرف منتقل فرماتا رہا صاف آراستہ جب دو شاخیں پیدا ہوئیں تو میں ان میں بہتر شاخ میں تھا۔

ایک روایت یوں ہے

لم ازل انقل من اصلاب الطاهرین الی ارحام الطاهرات

میں ہمیشہ پاک مردوں کی پشتوں سے پاک بیبیوں کے پیٹوں میں منتقل ہوتا رہا۔

ایک حدیث پاک میں ہے

لم یزل الله ینقلنی من الاصلاب الکریمة و الارحام الطاهرة حتی اخرجنی من بین ابوی

ہمیشہ اللہ پاک مجھے کرم والی پشتوں اور طہارت والے پیٹوں میں نقل فرماتا رہا یہاں تک کہ مجھے میرے ماں باپ سے پیدا کیا۔

لازمی بات ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین سب ایمان اور توحید والے ہوں کہ قرآن کی آیت سے ثابت ہے کہ کسی کافر اور کافرہ کا کرم اور طہارت میں کوئی حصہ نہیں۔

تیسری دلیل

اللہ پاک نے فرمایا:

وَ تَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ (۲۱۷) الَّذِیْ یَرٰىكَ حِیْنَ تَقُوْمُ (۲۱۸) وَ تَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ (۲۱۹)

اور اس پر بھروسہ کرو جو عزت والا، رحم فرمانے والا ہے۔ جو تمہیں دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے ہو۔ اور نمازیوں میں تمہارے دورہ فرمانے کو (دیکھتا ہے۔)

(سورۃ الشعراء، آیت 217 تا 219)

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آیت کا معنی یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پاک سجدہ کرنے والے مومنین کی پشتوں سے سجدہ کرنے والی مومنات کے رحموں میں منتقل ہوتا رہا، تو اس آیت سے ثابت ہوا کہ سب والدین اوپر تک مسلمین تھے۔

عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے

علماء نے واضح طور پر یہ بات بیان کی ہے کہ قرآن پاک کی ہر وجہ سے استدلال کیا جائے گا اور

کوئی ایک تاویل دوسری تاویل کا انکار نہیں کرتی، اس کے لئے علماء کا عمل گواہ ہے کہ وہ پچھلے اور حالیہ زمانے میں آیات مبارکہ کی کئی تاویلات میں سے ایک سے استدلال کرتے رہے ہیں۔

چوتھی دلیل

اللہ پاک نے فرمایا:

وَ لَسَوۡفَ یُعۡطِیۡكَ رَبُّكَ فَتَرۡضٰی(۵)

اور بیشک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

(سورۃ الضحی، آیت 5)

اللہ اکبر! اللہ پاک کی بارگاہ میں مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و محبوبیت کیسی ہے کہ امت کے حق میں تو اللہ پاک نے فرمایا ہی تھا

سَنُرۡضِيكَ فِي أُمَّتِكَ، ولا نَسُوءُكَ

قریب ہے کہ ہم تجھے تیری امت کے بارے میں راضی کر دیں گے اور تیرا دل بُرا نہ کریں گے۔

(مسلم)

مگر اس عطا و رضا کا مرتبہ یہاں تک پہنچا کہ صحیح حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب کے بارے میں فرمایا:

وجَدۡتُهُ فِي غَمَرَاتٍ مِنَ النّارِ، فأَخۡرَجۡتُهُ إلى ضَحۡضاحٍ

میں نے اسے سر سے پاؤں تک آگ میں ڈوبا پایا تو کھینچ کر ٹخنوں تک کی آگ میں کر دیا۔

(بخاری)

دوسری روایت صحیح میں فرمایا:

و لو لا انا لکان في الدرك الاسفل من النار

اگر میں نہ ہوتا تو ابو طالب جہنم کے سب سے نیچے طبقے میں ہوتا۔

(بخاری)

ایک اور حدیث صحیح میں فرماتے ہیں:

أَهْوَنُ أَهْلِ النّارِ عَذابًا أبو طالِبٍ

دوزخیوں میں سب سے ہلکا عذاب ابو طالب پر ہے۔

(بخاری / مسلم)

ظاہر بات ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو نزدیکی والدین کریمین کو ہے، ابو طالب کو اس سے کیا نسبت؟ پھر والدین کا عذر بھی واضح کہ نہ انھیں دعوت پہنچی نہ انھوں نے زمانہ اسلام پایا تو اگر معاذ اللہ والدین جنتی نہ ہوتے تو ضرور والدین پر ابو طالب سے بھی کم عذاب ہوتا اور وہی سب سے ہلکے عذاب میں ہوتے، اور یہ بات واضح ہو گئی کہ ہلکا عذاب ابو طالب پر ہے نہ کہ والدین پر، والدین پر ہونا صحیح حدیث کے خلاف ہے تو واجب ہوا کہ والدین مصطفی (صلی اللہ علیہ وسلم) جنتی ہیں۔

اعلی حضرت فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں:

دلیل کی تفصیل یہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ جہنمیوں میں سب سے ہلکا عذاب ابو طالب پر ہے۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ ابو طالب پر عذاب کی کمی کس وجہ سے ہے؟ یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گزاری اور غمخواری کی وجہ سے یا اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو طالب سے محبت طبعی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی رعایت چاہتے تھے

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

عم الرجل صنو ابیہ

آدمی کا چچا اس کے باپ کی جگہ ہوتا ہے۔

(ترمذی)

پہلی صورت نہیں ہو سکتی یعنی خدمت کی وجہ سے ایسا نہیں، کیونکہ اللہ پاک نے فرمایا:

وَ قَدِمْنَاۤ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا(۲۳)

اور انہوں نے جو کوئی عمل کیا ہوگا ہم اس کی طرف قصد کر کے باریک غبار کے بکھرے ہوئے ذروں کی طرح بنادیں گے جو روشندان کی دھوپ میں نظر آتے ہیں۔

(سورۃ الفرقان، آیت 23)

صاف ارشاد ہوا ہے کہ کافر کے سارے اعمال برباد ہیں، تو دوسری صورت ہی صحیح ہے اور یہی بات احادیث سے سمجھ آتی ہے، ابو طالب کے عمل کی حقیقت تو یہاں تک تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سر سے پاؤں تک آگ میں غرق پایا، عمل نے فائدہ پہنچایا ہوتا تو پہلے ہی کام آجاتا۔

تو لازما یہ عذاب کا ہلکا ہونا صرف محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی دلجوئی اور عزت ظاہر کرنے کے لئے ہے، اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک پر ابو طالب کا عذاب ہرگز اتنا بھاری نہیں ہو سکتا جتنا معاذ اللہ والدین کا معاملہ، نہ ہی ابو طالب کے عذاب کے ہلکا ہونے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کی وہ ٹھنڈک جو حضرات والدین کے بارے میں، نہ ابو طالب کے لئے رعایت ملنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ اعزاز جو حضرات

والدین کے چھٹکارے میں، تو معاذ اللہ والدین جنتی نہ ہوتے تو وہی اس رعایت و عنایت کے زیادہ مستحق تھے، بالفرض اگر یہ ہی کہا جائے کہ یہ ابو طالب کی خدمت کا بدلہ ہے تو پھر کون سی پرورش اولاد ہونے کے برابر ہو سکتی ہے، کون سی خدمت حمل اور وضع کا مقابلہ کر سکتی ہے؟ کیا کبھی کسی پرورش کرنے والے کا حق، والدین کے حق کے برابر ہو سکتا ہے، جسے اللہ پاک نے اپنے حق عظیم کے ساتھ شمار کیا ہے:

اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ؕ

میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو۔

(سورۃ لقمان، آیت 14)

پھر جہاں ابو طالب نے برسوں خدمت کی، چلتے وقت غم بھی وہ دیا جس کا جواب نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنا کہا کہ کلمہ پڑھ لو، نہ پڑھنا تھا نہ پڑھا، جرم وہ کیا جس کی مغفرت نہیں۔ عمر بھر معجزات دیکھنا، سارے حالات سے باخبر رہنا، جبکہ والدین کا معاملہ یہ ہے کہ نہ انھیں دعوت پہنچی، نہ انکار کیا تو ہر وجہ سے یقیناً والدین کا پلہ ہی بڑھا ہوا ہے، تو ابو طالب کے عذاب کا سب سے ہلکا ہونا اس کا صاف معنی یہی ہے کہ والدین کریمین جنہمیوں سے نہ ہوں۔

پانچویں دلیل

اللہ پاک نے فرمایا:

لَا یَسْتَوِیْۤ اَصْحٰبُ النَّارِ وَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ؕ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآىٕزُوْنَ(۲۰)

دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں، جنت والے ہی کامیاب ہیں۔

(سورۃ الحشر، آیت 20)

حدیث پاک میں ہے:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد المطلب کی اولاد میں سے ایک پاک طیبہ خاتون رضی اللہ عنہا کو آتے دیکھا، جب پاس آئیں، فرمایا:

اپنے گھر سے کہاں گئی تھیں؟

عرض کی: یہ جو ایک میت ہو گئی تھی میں ان یہاں دعائے رحمت وتعزیت کے لئے گئی تھی۔

فرمایا: شاید تم ان کے ساتھ قبرستان تک گئیں۔

عرض کی: اللہ کی پناہ کہ میں وہاں جاتی حالانکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے (نہ جانے کے بارے میں) سن چکی تھی جو آپ نے فرمایا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اگر تم ان کے ساتھ وہاں جاتی تو اس وقت تک جنت نہ دیکھتی جب تک عبد المطلب نہ دیکھیں۔

یہ تو حدیث کا ارشاد ہے، اب ذرا عقائد اہلسنت کی طرف نظر کرتے ہوئے انصاف سے کام لیجئے، عورتوں کو قبرستان جانے کی ممانعت کا انتہائی درجہ گناہ ہے اور ہرگز کوئی گناہ مسلمان کو ہمیشہ کے لئے جنت سے محروم اور کافر کے برابر نہیں کر سکتا، اہلسنت کے نزدیک مسلمان کا جنت میں جانا واجب شرعی ہے اگرچہ گناہوں کے سبب سزا پوری کرنے کے بعد، اور کافر کا جنت میں جانا محال شرعی ہے کہ کبھی بھی اس کا جنت میں جانا ممکن نہیں، اور قرآن کی آیات یا احادیث متواترہ کو حتی الامکان ان کے ظاہر ہر محمول کرنا واجب، اور بلا وجہ تاویل ناجائز، اور انسانوں میں معصوم ہونا انبیاء کرام علیہم السلام کا خاصہ ہے، انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ

کوئی کتنے ہی بڑے مرتبے پر ہو گناہ کا ہونا ممکن۔یہ چاروں باتیں عقائد اہلسنت میں ثابت ہیں، اب پچھلی ساری بحث کو ذہن میں رکھتے ہوئے غور کریں کہ اگر وہ خاتون قبرستان جاتیں تو اس پر جو سزا بنتی ہے وہ ملنا لازم ہوتی اور اس کے بعد جنت کا داخلہ ہوتا، اب اگر حضرت عبد المطلب کو معاذ اللہ غیر مسلم مانیں تو ان کا جنت میں جانا تو ناممکن ہوتا، تو لازمی بات ہے کہ حضرت عبد المطلب مسلمان جنتی ہوں اگرچہ ابو بکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی، مولا علی و فاطمۃ الزہرا و عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھم کے ساتھ پہلے جانے والوں میں نہ ہوں۔اب حدیث کا معنی بالکل واضح ہے جس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں اور یہ ہے بھی عقائد اہلسنت کے مطابق یعنی اگر یہ معاملہ تم سے واقع ہوتا تو تم پہلے جنت میں جانے والوں کے ساتھ جنت میں نہیں جاتیں بلکہ اس وقت جب عبد المطلب داخل جنت ہوں گے۔

چھٹی دلیل

اللہ پاک نے فرمایا:

وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ لٰكِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ۠(۸)

عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لیے ہے مگر منافقوں کو معلوم نہیں۔

(سورۃ المنافقون، آیت 8)

اور اللہ پاک نے فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىٕلَ لِتَعَارَفُوْاؕ-اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْؕ-اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ(۱۳)

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قومیں اور قبیلے

بنایا تاکہ تم آپس میں پہچان رکھو، بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے بیشک اللہ جاننے والا خبر دار ہے۔

(سورۃ الحجرات، آیت 13)

ان آیات میں اللہ پاک نے عزت و کرم کو مسلمانوں کے لئے خاص فرمادیا اور کافر کتنا ہی اچھی قوم والا ہو اسے ذلیل ہی ٹھہرایا اور کسی ذلیل کی اولاد سے ہونا کسی عزیز و کریم کے لئے تعریف کا سبب نہیں، اسی وجہ سے کافر باپ دادوں کی طرف اپنے نسب کو منسوب کر کے فخر کرنا حرام ہوا۔

صحیح حدیث میں ہے: رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

جو شخص عزت و کرامت چاہنے کے لئے اپنی نو(9) کافر پشتوں کا ذکر کرے کہ میں فلاں بن فلاں بن فلاں کا بیٹا ہوں ان کا دسواں جہنم میں یہ شخص ہو گا۔

(احمد)

اور بہت ساری مشہور احادیث سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فضیلت کے بیان اور تعریف کے وقت اپنے آبائے کرام اور امہات کرائم کا ذکر فرمایا۔

غزوہ حنین کے دن جب اللہ پاک کی مشیت سے تھوڑی دیر کے لئے کافروں نے غلبہ پایا تو چند افراد نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب باقی رہے، اللہ پاک کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جلال کی کیفیت میں تھے:

میں نبی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں، میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔

(بخاری / مسلم، نسائی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارادہ فرمارہے ہیں کہ اکیلے ہی ان ہزاروں کی جماعت پر حملہ فرمائیں۔

حضرت عباس بن عبد المطلب اور حضرت ابو سفیان بن حارث بن عبد المطلب بغلہ شریف کی لگام مضبوط کھینچے ہوئے ہیں کہ آگے نہ بڑھ جائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں:

میں سچا نبی ہوں، اللہ کا پیارا ہوں، عبد المطلب کی آنکھ کا تارا ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ لگام روکے ہیں اور حضرت عباس رضی اللہ عنھما پیچھے والے حصے کو پکڑے ہوئے ہیں، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں:

اسے بڑھنے دو، میں نبی بالکل حق پر ہوں، میں عبد المطلب رضی اللہ عنہ کا بیٹا ہوں۔

جب کافر نہایت قریب آگئے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم بغلے سے نیچے تشریف لائے اس وقت بھی یہی فرمارہے تھے

میں ہوں سچا نبی بر حق، میں ہوں عبد المطلب کا بیٹا، یا اللہ اپنی مدد نازل فرما۔

پھر ایک مٹھی مٹی ہاتھ مبارک میں لے کر کافروں کی طرف پھینکی اور فرمایا:

چہرے بگڑ گئے

وہ مٹی ان ہزاروں کافروں پر ایک ایک کی آنکھ میں پہنچی اور سب کے منہ گھوم گئے ان میں جو اسلام لے کر آئے وہ کہتے ہیں کہ جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کنکریاں ہماری طرف پھینکیں ہمیں یہ نظر آیا کہ زمین سے آسمان تک تانبے کی دیوار قائم کر دی گئی اور اس پر سے پہاڑ ہم پر گرائے جارہے ہیں، بھاگنے کے علاوہ کوئی راستہ نہ تھا۔

اسی غزوہ میں فرمایا:

میں بنی سلیم سے ان چند عورتوں کا بیٹا ہوں جن کا نام عاتکہ تھا۔

ایک حدیث میں ہے:

میں نبی ہوں کوئی جھوٹ نہیں، میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں، میں ان عورتوں کا بیٹا ہوں جن کا نام عاتکہ تھا۔

حدیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعریف کے مقام میں اکیس پشت تک اپنا نسب نامہ ارشاد کرکے فرمایا: میں سب سے نسب میں افضل، باپ میں افضل ہوں۔ تو ان تمام احادیث سے لازم آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء و امہات مسلمین و مسلمات ہوں۔

ساتویں دلیل

اللہ پاک نے فرمایا:

یٰنُوۡحُ اِنَّهٗ لَیۡسَ مِنۡ اَهۡلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیۡرُ صَالِحٍ

اے نوح! بیشک وہ (کنعان) تیرے گھر والوں میں ہرگز نہیں بیشک اس کا عمل اچھا نہیں

(سورہ ھود، آیت46)

آیت کریمہ نے مسلم و کافر کا نسب ختم فرمادیا لہذا ایک کی وراثت دوسرے کو نہیں پہنچتی۔

حدیث پاک میں ہے :

ہم نضر بن کنانہ کے بیٹے ہیں، ہم اپنے باپ سے اپنا نسب جدا نہیں کرتے۔

اللہ پاک کا حکم ہے کہ کفار سے نسب منقطع ہے، پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا ہم جدا نہیں کرتے اس کا کیا معنی ہو گا؟ اس سے ثابت ہے کہ وہ مسلمان تھے تبھی ان سے نسب بھی ثابت ہے۔

آٹھویں اور نویں دلیل:

اللہ پاک نے فرمایا:

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ اَہۡلِ الۡکِتٰبِ وَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ فِیۡ نَارِ جَہَنَّمَ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَا ؕ اُولٰٓئِکَ ہُمۡ شَرُّ الۡبَرِیَّۃِ ؕ﴿۶﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِکَ ہُمۡ خَیۡرُ الۡبَرِیَّۃِ ؕ﴿۷﴾

بیشک اہلِ کتاب میں سے جو کافر ہوئے وہ اور مشرک سب جہنم کی آگ میں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے، وہی تمام مخلوق میں سب سے بدتر ہیں۔ بیشک جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے وہی تمام مخلوق میں سب سے بہتر ہیں۔

(سورۃ البینۃ، آیت 6 اور 7)

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اللہ پاک نے زید بن عمرو کو بخش دیا اور ان پر رحم فرمایا کہ وہ دین ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام پر تھے۔

ایک روایت میں ہے: میں نے اسے جنت میں ناز کے ساتھ دامن کشاں دیکھا۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: میں ہوں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ اللہ پاک نے مجھے ہمیشہ دو گروہوں میں سے بہتر گروہ میں کیا تو میں اپنے ماں باپ سے ایسا پیدا ہوا کہ زمانہ جاہلیت

کی کوئی بات مجھ تک نہ پہنچی اور میں خالص نکاح صحیح سے پیدا ہوا آدم (علیہ السلام) سے لے کر اپنے والدین تک، تو میرا نفس کریم تم سب سے افضل اور میرے باپ تم سب کے آباء سے بہتر۔

اس حدیث میں پہلے تو بالکل منع فرمادیا کہ زمانہ جاہلیت کی کسی بات نے نسب اقدس میں کبھی کوئی رکاوٹ نہ ڈالی، یہ خود ایک دلیل ہے جو کافی ہے اور اس روایت میں جاہلیت کے معاملے سے خاص طور پر زنا سمجھنا بلاوجہ ہے اور اس خاص کرنے پر کوئی دلیل نہیں، دوسرا یہ کہ لغو ہے کیونکہ زنا کی نفی واضح طور پر اس کے ساتھ موجود ہے کہ فرمایا کہ میں خالص نکاح صحیح سے پیدا ہوا۔

پھر ارشاد فرمایا کہ میرے باپ تم سب کے آباء سے بہتر۔ ان سب میں حضرت سعید بن زید بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما بھی یقیناداخل ہیں تو لازم ہوا کہ حضرت والد ماجد حضرت زید سے افضل ہوں اور یہ آیت کے حکم کے مطابق اسلام کے بغیر ناممکن ہے۔

دسویں دلیل:

اللہ پاک نے فرمایا:

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ

اللہ اسے خوب جانتا ہے جہاں وہ اپنی رسالت رکھے۔

(سورۃ الانعام، آیت 124)

آیت کریمہ گواہ ہے کہ اللہ پاک سب سے زیادہ عزت والے و محترم کو رسالت کے لیے انتخاب فرماتا ہے لہذا کبھی حقیر قوموں ذلیلوں میں رسالت نہ رکھی، پھر کفر و شرک سے زیادہ

حقیر کیا چیز ہو گی ؟ وہ کیسے اس قابل ہو سکتا ہے کہ اللہ پاک نور رسالت اس میں رکھے۔ کفار غضب و لعنت کے مستحق ہیں اور نور رسالت کو رکھنے کے لئے رضا و رحمت کی جگہ چاہیے۔

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا پر ایک بار خوف کا غلبہ تھا، خشیت الہی سے رو رہی تھیں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کی: اے ام المؤمنین! کیا آپ یہ سوچتی ہیں کہ اللہ پاک نے جہنم کی ایک چنگاری کو مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا جوڑا بنایا؟ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

تم نے میرا غم دور کیا اللہ پاک تمہارا غم دور کرے۔

حدیث میں ہے:

بے شک اللہ پاک نے میرے لئے اس بات کو پسند فرمایا کہ میں اہل جنت سے ہی کسی کو نکاح میں لانے یا نکاح میں دینے کا معاملہ کروں۔

جب اللہ پاک نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے لے پسند نہ فرمایا کہ غیر مسلم عورت آپ کے نکاح میں آئے تو خود حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پاک معاذ اللہ محل کفر میں رکھنے یا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم پاک معاذ اللہ خون کفار سے بنانے کو پسند فرمانا کیسے متوقع ہو سکتا ہے۔

واضح تنبیہات

عربی میں لفظ "اب" باپ دادا چچا سب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اللہ پاک نے فرمایا:

قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ

انہوں نے کہا: ہم آپ کے معبود اور آپ کے آباؤ اجداد ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق کے

معبود کی عبادت کریں گے۔

(سورۃ البقرۃ، آیت 133)

قرآن پاک میں ہے:

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةًۚ-اِنِّیْۤ اَرٰىكَ وَ قَوْمَكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ(۷۴)

اور یاد کرو جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے فرمایا، کیا تم بتوں کو (اپنا) معبود بناتے ہو۔ بیشک میں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھ رہا ہوں۔

(سورۃ الانعام، آیت 74)

اس آیت میں موجود لِاَبِیْهِ اٰزَرَ کے بارے میں علماء نے یہی فرمایا کہ یہاں "اب" سے مراد ابراہیم علیہ السلام کا چچا آزر ہے۔

تاریخ لکھنے والوں اور یہود و نصاری کا اتفاق ہے کہ آزر باپ نہیں تھا بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا۔

حدیث پاک میں ہے:

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم بار بار شفاعت فرمائیں گے اور اہل ایمان کو اپنے کرم سے داخل جنت فرماتے جائیں گے، آخر میں صرف وہ لوگ رہ جائیں گے جن کے پاس سوائے توحید کے کوئی نیکی نہیں ہو گی۔ شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم پھر سجدے میں گریں گے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم عرض کریں گے:

اے میرے رب! مجھے ان کی بھی شفاعت کی اجازت عطا فرما دے جنہوں نے صرف لا الٰہ الا اللہ کہا ہے۔

اللہ پاک ارشاد فرمائے گا

یہ تمہارے لئے نہیں مگر مجھے اپنی عزت و جلال و کبریائی کی قسم میں ضرور ان سب کو دوزخ سے نکال لوں گا جنہوں نے لا الہ الا اللہ کہا ہے۔

(بخاری / مسلم)

حضرات والدین کریمین رضی اللہ تعالی عنہما کا انتقال زمانہ اسلام سے پہلے تھا اور اس وقت تک وہ صرف اہل توحید واہل لا الہ الا اللہ تھے، بعد میں اللہ پاک نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں ان پر نعمت مکمل کرنے کے لئے اصحاب کہف رضی اللہ تعالٰی عنہم کی طرح انہیں زندہ کیا تاکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاکر، شرف صحابیت پاکر آرام فرمائیں، لہذا اللہ پاک کی حکمت تھی کہ یہ زندہ کرنا حجۃ الوداع میں واقع ہوا جبکہ قرآن کریم پورا اتر لیا اور

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ

(آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔) نے نزول فرماکر دین الٰہی کو تام وکامل کر دیا تاکہ ان کا ایمان پورے دین کامل شرائع پر واقع ہو۔

(سورۃ المائدۃ، آیت 3)

والدین مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ کرنے والی حدیث کے بارے میں علماء نے تحقیق کی تو نتیجہ یہ نکلا کہ زیادہ سے زیادہ یہ ضعیف ہے (موضوع / من گھڑت نہیں) اور یہ قاعدہ یاد رکھیں کہ فضیلت جہاں بیان کی جارہی ہو وہاں ضعیف حدیث قابل قبول ہوتی ہے، بلکہ امام

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کئی محدثین نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔(یہاں صحیح سے مراد اصول حدیث کی اصطلاح مراد ہے نہ کہ صحیح / غلط والا صحیح)

یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ والدین مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ کرنا کفر کے بعد ایمان دینے کے لئے نہیں بلکہ توحید پر انتقال فرمانے کے بعد انہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی تفصیل پر ایمان کی دولت سے مشرف فرمانے کے لئے تھا۔

یہ تو تھے دلائل، جسے یہ سمجھ آگئے تو بہت اچھی بات ہے ورنہ اس سے کم تو نہ ہو کہ اس معاملے میں اپنی زبان روکے، دل صاف رکھے، اِنَّ ذٰلِکُمْ کَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ (بے شک یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچاتی ہے) سے ڈرے۔

(سورۃ الاحزاب، آیت 53)

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کیا خوب فرمایا بعض علماء نے جنھوں نے اس مسئلے میں خاموشی اختیار فرمائی کہ دیکھو! والدین مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی نقص کے ساتھ ذکر کرنے سے بچو کہ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مُردوں کو برا کہہ کر زندوں کو ایذا نہ دو۔

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو ہمیشہ زندہ ہیں، ہمارے تمام کاموں اور باتوں سے باخبر ہیں اور اللہ پاک نے فرمایا:

وَ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ(۶۱)

اور جو رسولُ اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

(سورۃ التوبۃ، آیت 61)

عقل مند کو چاہیے کہ ایسی جگہ سخت احتیاط سے کام لے۔

یہ بات تسلیم ہے کہ یہ مسئلہ قطعی نہیں، اجماعی نہیں لیکن ان کو بے ایمان قرار دینے میں کون سا اجماع اور کون سی قطعیت ہے؟ انسان جانب ادب میں کچھ کمی کر دے تو یہ لاکھ درجے بہتر ہے اس سے کہ اس کی کمی و کوتاہی اور خطا گستاخی کی طرف جائے، جیسا کہ حدیث میں ہے، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

جہاں تک ہو سکے حدود سے بچو کیونکہ بے شک امام کا معافی میں خطا کرنا سزا میں خطا کرنے سے بہتر ہے۔

(ترمذی)

حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں: "کسی مسلمان کی طرف گناہ کبیرہ کی نسبت جائز نہیں جب تک تواتر سے ثابت نہ ہو۔"

مصطفی جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف معاذ اللہ فلاں فلاں کی اولاد سے ہونے کی نسبت بغیر تواتر اور قطعیت کے کیسے کر دی جائے؟ اگر واضح یقین اس معاملے میں حاصل نہ بھی ہو تو یہ حکم وجدانی کے مخالف نہیں ہو سکتا، کیا تمہارا وجدان ایمان گوارا کرتا ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے ادنی غلاموں کے غلام جنت میں بلند تختوں پر تکئے لگائے آرام سے ہوں اور جن کی نعلین پاک کے صدقے جنت بنی اور ماں باپ دوسری جگہ معاذ اللہ غضب اور عذاب میں ہوں، ایک حدیث بھی صحیح اور واضح نہیں، جو صریح ہے ہرگز صحیح نہیں اور جو صحیح ہے ہرگز صریح نہیں، تو ادنی درجہ خاموشی اور حفظ ادب ہی ہوا۔

نکتہ الہیہ

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب میری بارگاہ میں کوئی قاصد بھیجو تو اچھی صورت اچھے نام کا بھیجو۔

(المعجم الاوسط)

فرمایا:

زمین کو اس کے نام پر قیاس کرو۔

(الجامع الصغیر)

عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیک فال لیتے، بد شگونی نہ مانتے اور اچھے نام کو دوست رکھتے۔

(احمد)

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

مصطفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم برے نام کو بدل دیتے تھے۔

(ترمذی)

انہی سے ایک اور روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب کسی کا برا نام سنتے تو اس سے بہتر بدل دیتے۔

(طبرانی)

بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز سے بد شگونی نہ لیتے جب کسی عہدے پر کسی کو مقرر فرماتے اس کا نام پوچھتے اگر پسند آتا خوش ہوتے اور اس کی خوشی چہرہ انور میں نظر آتی اور اگر ناپسند آتا

ناگواری کا اثر چہرہ اقدس پر ظاہر ہوتا، اورجب کسی شہر میں تشریف لے جاتے اس کا نام دریافت فرماتے، اگر پسند آتا تو خوش ہو جاتے اور اس کی خوشی چہرہ پُرنُور میں دکھائی دیتی، اوراگر ناپسند آتا تو ناخوشی کا اثر چہرہ اطہر میں نظر آتا۔

(ابوداؤد)

اب ذرا حق کی نظر سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اللہ پاک کی بارگاہ سے ہونے والے خاص لطف کو دیکھیے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد رضی اللہ عنہ کا نام پاک عبد اللہ جو کہ امت میں افضل ترین نام ہے۔رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تمہارے ناموں میں سب سے زیادہ پیارے نام اللہ تعالٰی کو عبد اللہ وعبد الرحمن ہیں۔

(مسلم)

والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا کا نام آمنہ جو کہ امن وامان سے نکلا ہے اور ایمان بھی اسی سے ہے۔

داداجان حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ کا نام شیبۃ الحمد کہ لفظ حمد سے پاکیزہ ذات محمد واحمد و حامد و محمود صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے کا اشارہ تھا۔

دادی جان فاطمہ بنت عمروبن عائذ،اس نام پاک کی خوبی سورج سے زیادہ روشن ہے۔

حدیث پاک میں شہزادی کونین بتول زہرا رضی اللہ عنہا کے نام کی وجہ یوں آئی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ پاک نے اس کا نام فاطمہ اس لئے رکھا کہ اسے اور اس سے عقیدت رکھنے والوں کو دوزخ کی آگ سے آزاد فرمایا۔

(تاریخ بغداد/کنزالعمال)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نانا جان کا نام وہب جس کے مطلب عطا اور بخشش، ان کا قبیلہ بنی زہرا جس کا حاصل چمک اور روشنی ہے۔

نانی جان کا نام برہ یعنی نیکو کار ہے۔

یہ تو خاص اصول ہیں یعنی دادا دادی نانا نانی، دودھ پلانے والیوں کو دیکھیے، پہلی دودھ پلانے والی ثُوَیبَہ کہ ثواب سے نکلا ہے۔

دوسری ہیں حلیمہ بنت عبد اللہ بن حارث جو فضل الٰہی کے سائے میں تھیں۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اشج عبد القیس رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

تجھ میں دو خوبیاں ایسی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کو پسند ہیں: نرمی اور بردباری

ان کا قبیلہ بنی سعد جو سعادت مندی سے بھرپور ہے، شرف اسلام و صحابیت سے مشرف ہوئیں۔

جب غزوہ حنین کے دن بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے کھڑے ہو گئے اور اپنی چادر انور بچھا کر بٹھایا۔

ان کے شوہر جن کے ذریعے اترنے والا دودھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیا حارث سعدی، یہ بھی اسلام لے کر آئے اور صحبت اقدس سے مشرف ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قدم بوسی کے لئے حاضر ہوئے تھے راستے میں قریش نے کہا: اے حارث! تم اپنے بیٹے کی سنو، وہ کہتے ہیں مردے زندہ ہوں گے، اور اللہ نے دو گھر جنت و دوزخ بنا رکھے ہیں۔ انہوں نے حاضر ہو کر عرض کی کہ: اے میرے بیٹے! حضور کی قوم حضور کی شکایت کرتی ہے۔ فرمایا: ہاں میں ایسا فرماتا ہوں، اور اے میرے باپ! جب وہ دن آئے گا تو میں تمہارا ہاتھ پکڑ کر بتا دوں گا کہ

دیکھو یہ وہ دن ہے یا نہیں جس کی میں خبر دیتا تھا یعنی روز قیامت۔ حارث رضی اللہ تعالی عنہ بعد اسلام اس ارشاد کو یاد کر کے کہا کرتے: اگر میرے بیٹے میرا ہاتھ پکڑیں گے تو ان شاء اللہ نہ چھوڑیں گے جب تک مجھے جنت میں داخل نہ فرمالیں۔

حدیث پاک میں ہے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

سب ناموں میں زیادہ سچے نام حارث و ہمام ہیں۔

(ابو داؤد)

حضور کے رضاعی بھائی جو ساتھ دودھ پیتے تھے، جن کے لیے حضور سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم پستان شریف چھوڑ دیتے تھے عبد اللہ سعدی، یہ بھی مشرف بہ اسلام و صحبت ہوئے۔

حضور کی رضاعی بڑی بہن کہ حضور کو گود میں کھلاتیں، سینے پر لٹا کر دعائیہ اشعار عرض کرتیں، سلاتیں، اس لئے وہ بھی حضور کی ماں کہلاتیں سیما سعدیہ یعنی نشان والی، علامت والی، جو دُور سے چمکے، یہ بھی مشرف بہ اسلام ہوئیں رضی اللہ عنہا۔

حضرت حلیمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گود میں لئے راستے میں جارہی تھیں، تین نوجوان کنواری لڑکیوں نے وہ پرنور صورت دیکھی تو جوشِ محبت سے اپنی چھاتیاں منہ مبارک میں رکھیں، تینوں کو دودھ اتر آیا، تینوں پاکیزہ بیبیوں کا نام عاتکہ تھا۔ عاتکہ کے معنٰی شریف عورت، رئیسہ، کریمہ، سراپا خوشبودار، تینوں قبیلہ بنی سلیم سے تھیں اور سلیم سلامت سے نکلا اور اسلام بھی اسی سے ہے۔

بعض علماء نے حدیث "انا ابن العواتک من سلیم"

میں بنی سلیم کی عاتکہ عورتوں کا بیٹا ہوں۔ کا یہی معنی بیان کیا ہے۔

حق یہ ہے کہ کسی نبی نے کوئی مقام و مرتبہ ایسانہ پایا کہ ہمارے نبی اکرم الانبیاء صلی اللہ تعالی علیہ و علیہم و سلم کو اس کی مثل اور اس سے اعلی عطانہ ہوا ہو، یہ اس مرتبے کی تکمیل تھی کہ مسیح کلمۃ اللہ علیہ السلام کو بغیر باپ کے کنواری بتول کے پیٹ سے پیدا کیا جبکہ حبیب کریم صلی اللہ علیہ و سلم کے لیے تین کنورای لڑکیوں کے پستان میں دودھ پیدا فرمادیا۔

امام ابو بکر ابن العربی فرماتے ہیں:

سید عالم صلی اللہ علیہ و سلم کو جتنی عورتوں نے دودھ پلایا سب اسلام لائیں۔

ایک دودھ پلانے والی کا نام برکت اور کنیت ام ایمن تھی، اس سے مراد یُمن یعنی برکت و سیدھی راہ ہے، یہ صحابیات میں سے تھیں رضی اللہ عنہا، سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ و سلم انہیں فرماتے: انت امی بعد امی

تم میری ماں کے بعد میری ماں ہو۔

ہجرت کے سفر میں انہیں پیاس لگی، آسمان سے نورانی رسی میں ایک ڈول اترا، پی کر سیراب ہوئیں، پھر کبھی پیاس معلوم نہیں ہوئی، سخت گرمی میں روزے رکھتیں اور پیاس نہ ہوتی۔

پیدا ہوتے وقت جنھوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ و سلم کو اپنے ہاتھوں پر لیا ان کا نام شفاء ہے۔ یہ حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ کی والدہ ماجدہ و صحابیہ جلیلہ ہیں۔

اور ایک بی بی جو ولادت کے وقت حاضر تھیں فاطمہ بنت عبد اللہ ثقفیہ، یہ بھی صحابیہ ہیں رضی اللہ تعالی عنہا۔

اے انصاف والی نظر رکھنے والے! کیا ہر تعلق میں ان پاک مبارک ناموں کا جمع ہونا صرف اتفاقی تھا؟ ہر گز نہیں واللہ بلکہ اللہ پاک نے جان کر یہ نام رکھے، دیکھ دیکھ کر یہ لوگ چُنے۔ پھر

قابل غور ہے کہ جو اس نور پاک کو برے نام والوں سے بچائے وہ اسے بُرے کام والوں میں رکھے گا، اور بُرا کام بھی کون سا، معاذ اللہ شرک و کفر، ہر گز ہر گز نہیں، اللہ اللہ! دائیاں مسلمان، کھلائیاں مسلمان، مگر خاص جن مبارک پیٹوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پاؤں پھیلائے، جن طیب اور پاکیزہ خونوں سے اس نورانی جسم میں ٹکڑے آئے وہ معاذ اللہ چنین و چناں بالکل نہیں۔ کیسے گوارا ہو؟

والدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جنتی ہونے کا موقف بڑے بڑے علما کا ہے۔

(ان کی تفصیل رسالے میں دیکھی جاسکتی ہے)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بڑے بڑے محققین کی عبارات میرے ذہن میں ہیں مگر یہ چند الفاظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ حاصل کرنے اور میرا ایمان محفوظ فرما کر عذاب سے بچائیں۔

عبرت قاہرہ

سید احمد مصری حواشی در میں لکھتے ہیں کہ ایک عالم رات بھر مسئلہ ابوین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں سوچتے رہے کہ کیسے اقوال میں مناسبت ہو۔ اسی فکر میں چراغ پر جھک گئے کہ بدن جل گیا۔ صبح ایک لشکری آیا کہ میرے یہاں آپ کی دعوت ہے۔ راہ میں ایک سبزی بیچنے والے ملے کہ اپنی دکان کے آگے باٹ ترازو لئے بیٹھے ہیں، انھوں نے اٹھ کر ان عالم کے گھوڑے کی باگ پکڑی اور یہ اشعار پڑھے:

"میں ایمان لایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماں باپ کو اس زندہ ابدی قادر مطلق خالق عالم عزوجل نے زندہ کیا یہاں تک کہ ان دونوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبری

کی گواہی دی، اے شخص اس کی تصدیق کر کہ یہ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اعزاز کے واسطے ہے اوراس باب میں حدیث وارد ہوئی جو اسے ضعیف بتائے وہ خود ہی ضعیف اور علم حقیقت سے خالی ہے۔"

یہ اشعار سنا کر ان عالم سے فرمایا: اے شیخ! انہیں لے اور نہ رات کو جاگ نہ اپنی جان کو فکر میں ڈال کہ تجھے چراغ جلادے، ہاں جہاں جارہا ہے وہاں نہ جا کہ لقمہ حرام کھانے میں نہ آئے۔ ان کے اس فرمانے سے وہ عالم بیخود ہو کر رہ گئے، پھر انہیں تلاش کیا پتانہ پایا اور دکانداروں سے پوچھا، کسی نے نہ پہچانا، سب بازار والے بولے: یہاں تو کوئی شخص بیٹھتا ہی نہیں۔ وہ عالم اس ربانی ہادی، غیب کی ہدایت سن کر مکان کو واپس آئے، لشکری کے یہاں تشریف نہ لے گئے۔

اے شخص! یہ عالم علم کی برکت اور نظر عنایت سے ملحوظ تھے کہ غیب سے کسی ولی کو بھیج کر ہدایت فرمادی خوف کر کہ تو اس ہلاکت کی جگہ میں پڑ کر معاذ اللہ کہیں مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء دینے والا نہ ہو جس کا نتیجہ معاذ اللہ بڑی آگ دیکھنا ہو۔ اللہ عزوجل ظاہر و باطن میں مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت سچا ادب نصیب فرمائے اور اسباب ناراضی سے بچائے آمین آمین آمین!

میری دیگر تحریریں پڑھنے کے لئے اس لنک پر جائیں، اور کتاب کھول کر نیچے PDF کو آپشن کو کلک کر کے ڈاؤن لوڈ کریں۔

https://archive.org/details/@farazattari26